قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بلغوا عني ولو آية

رواہ البخاری

سلسلۂ التبلیغ

کا

بائیسواں وعظ مسمیٰ

اسباب الفضائل

منجملہ ارشادات حضرت قبلہ و کعبہ ام مرشدی و مولائی حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام ظلہم

حسب فرمائش جناب ناظم صاحب امداد المواعظ تھانہ بھون

احقر شبیر علی عفی عنہ کے اہتمام سے

باراول

۱۳۴۴ھ

مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون میں طبع کیا گیا

نعیم تھانوی

ہو المعز

اسباب الفضائل

این	متی	کم	کیف	لم	ماذا	من ای شان	من ضبط	کم المستمعون	من المستمعون
جامع مسجد دیوبند	۹ صفر ۱۳۳۴ھ یوم جمعہ	۲ ۱/۴ گھنٹہ	کھڑے ہو کر	مہتمم صاحب مدرسہ دیوبند کی درخواست سے	فضائل دینیہ کے طالبین کی اصلاح	عوام و خواص	محمد عبد اللہ عفی عنہ گنگوہی	ڈیڑھ ہزار	عوام اور علماء اور طلبہ کا مجمع تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا ۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وبارک وسلم ۔

اما بعد ۔ فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن واسئلوا اللہ من فضلہ ان اللہ کان بکل شیء علیما ۔ یہ ایک آیت ہے سورہ نساء کی جسمیں حق سبحانہ تعالیٰ نے بعض اُن غلطیوں کی اصلاح فرمائی ہے

جو فضائل دینیہ کے متعلق مختلف لوگونکو واقع ہو جاتی ہین یہ خلاصہ اور حاصل ہی اس آیۃ کا اور وہ غلطیان مختلف و متعدد ہین اور انکے تعدد کی وجہ سے لوگوں کے متعدد طبقے ہین۔ اول طبقہ تو وہ ہی کہ جنکو فضائل کا اہتمام ہی نہیں اور نہ ان کے حاصل کرنے کی سعی کرتے ہین اور وجہ اس عدم اہتمام کی یہ ہے کہ فضائل دینیہ کو فضائل ہی مین شمار ہی نہیں کرتے ہین۔ اس لئے انکو وہ مطلوب ہی نہیں اور ان ہی مین سے بڑھ کر وہ طبقہ ہے جو فضائل دینیہ کو (نعوذ باللہ) فضول سمجھتے ہین بلکہ طالبان فضائل کے ساتھ تمسخر کرتے ہین۔ بکثرت ایسے لوگ بھی اہل اسلام مین موجود ہین الحمد للہ اکثر تو نہیں ہین اور خدا تعالی وہ دن نکرے کہ اکثر ہوں لیکن کثیر ضرور ہین اور منشا انکے اس تمسخر اور فضول سمجھنے کا یہ ہے کہ وہ دنیا کی اسقدر پرستش کرتے ہین کہ اسی کو اپنا قبلہ توجہ بنا لیا ہے اس لئے وہ دین اور فضائل دینیہ کے طالبون سے تمسخر کرتے ہین اور عام صلحا سے گذر کر علماء سے استہزا سے پیش آتی ہین اور کہتے ہین کہ ان علماء ہی نے مسلمانون کی راہ ماری ہے۔ ان سے جب سنا جاتا ہے دین ہی کا سبق سنا جاتا ہے۔ دنیا کی ضرورت سے یہ بیخبر ہین کبھی ان سے دنیا کے متعلق کوئی مضمون ہی مسموع نہین ہوتا۔ حالانکہ اگر دنیا نہو تو یہ لوگ جو مفت کی روٹیاں کھارہے ہین یہ ان کو کہانسی ملے کسقدر کم عقل ہین کہ جس درخت پر بیٹھے ہین اسی کی جڑ کاٹتے ہین ان سے زیادہ احمق کون ہوگا۔ اور کہتے ہیں کہ ان کے وجود سے کوئی نفع نہین بلکہ ضرر ہے کہ مسلمانوں کی ترقی کو انہوں نے بند کر دیا ہے۔ ہمکو اس طبقہ سے مفصل گفتگو کی ضرورت نہیں اسلئے نہ مفصل دلائل عقلیہ کی ضرورت تو اسوقت ہو جبکہ یہ کتاب و سنت کو نہ مانتے ہوں اور جبکہ مسلمان ہین اور کتاب و سنت کی معتقد ہین اس لئے ہمکو وہ آیات یا احادیث پیش کر دینا کافی ہیں جو ان کے دعوی کے صریح معارض ہیں ہاں جو اسمیں واقعی شبہات پیدا ہوں ان کا دفع کرنا ہماری ذمہ ضروری ہے باقی عناد کا جواب بجز اس کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کہ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم بہرحال اس وقت ہمکو رد و قدح کی ضرورت نہیں۔ مختصر طور سے عاقل کو یہ کافی ہے کہ غور کرنا چاہیئے کہ ان حضرات کا طعن اور استہزا علماء ہی تک نہین رہتا اسکی نوبت تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتی ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر بحکم الہی مخلوق کو دین کی طرف بلایا ہے اور دنیا اور اہل دنیا کی مذمت فرمائی ہے اور دنیا کے کام

۱ فضائل دینیہ کی تحصیل میں لوگوں کے مختلف طبقات + ۲ طبقہ اولی جنکو اہتمام فضائل کا نہیں ہے + ۳ بعض ایسے بھی ہیں جو علماء کیساتھ اعتراض اور استہزا سے پیش آتے ہیں مع جواب +

جو تعاد استطراداً للدین کئی ہیں سو یہ امر اختصری گفتگو تو اسمیں ہی کہ دنیا کی طرف ترغیب دینا
سو یہ کبھی کسی نبی نے نہیں کیا اور دنیا کی طرف ترغیب دینے کی ضرورت بھی نہیں اسکی طرف تو پہلی
سے رغبت موجود ہے فطری طور سے ہر شخص بلکہ ہر ذی روح کھانے پینے کی ضرورت کا احساس کرتا ہے
سو جو امر ایسا ہو کہ اسکی طرف فطری طور سے انجذاب ہو اسکی طرف کیا ضرورت ہی کہ انبیاء
علماء و مصلحین قوم ترغیب دین۔ ہر وقت ہر آدمی کے اندر دو واعظ ایسے ہین کہ جو اسکی طرف مائل کرتے
ہین جسمین ایک کا نام پیٹ ہی اور دوسرے کا ... ہی یہ دو واعظ ایسے ہیں جو ہزاروں واعظون کا
مقابلہ کرتے ہین پس جو شئی اتنی بدیہی ہو ایسا گویا ضرورت ہی کہ اُسکے اندر اپنا وقت ضائع کرین
اور قطع نظر اسکی کہ دنیا کی ضرورت محسوس ہی یا نہیں اور اسکی ترغیب کی ضرورت ہی یا نہیں۔ آپ
غور فرمائی کہ حضرات انبیا علیہم السلام کس لئے مبعوث ہوئی ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اشرف الانبیا ہین کوئی کمال انبیائے سابقین مین ایسا نہیں جو حضور مین نہ ہو آپکی بعثت کی غرض کو
بیان کر دینا گویا سب انبیا کی بعثت کی غرض کو بیان کر دینا ہی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف آوری
کی غرض قرآن مجید مین اس طرح بیان فرمائی ہی۔ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم
یتلو علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ٥ یعنی بیشک اللہ تعالے
نے احسان فرمایا مومنین پر جبکہ بھیجا ان مین ایک رسول ... کہ پڑہتے ہین اُن پر اللہ کی آیتین
اور پاک کرتے ہین اُنکو اور سکھلاتے ہین اُنکو کتاب اور حکمت اور بیشک تھی وہ اس سے پہلے گمراہی مین۔
اس آیۃ سے معلوم ہوا کہ فرض منصبی حضور کا محض دین تھا اور علماء ورثۃ الانبیا ہوتے ہین پس آپکے
ورثہ سے اسکے خلاف کی کیسے توقع ہو سکتی ہی اور اگر وہ ایسا کرین تو وہ سچے وارث نہیں ہین۔ اور اس سے
بڑھکر مین عرض کرتا ہوں کہ جو حضرات علماء کو یہ رائے دے رہے ہین کہ وہ دنیا کی ترغیب دین اگر خدانخواستہ
علماء انکی رائے کے موافق عمل کرنے لگین تو ذرا اپنے وجدان کی طرف غور کرین کہ اُن کے بارہ مین
کیا فتویٰ ان حضرات کا ہوگا سب سے پہلے یہی حضرات ان علماء سے بد اعتقاد ہو جاوینگے غربا جو محب
دین ہین وہ تو ان علماء کے فعل کو کسی محمل حسن پر بھی محمول کر لینگے اور تاویل کرینگے کہ یہاں
کوئی ضرورت دینی ہوگی لیکن یہ حضرات سب سے پہلے مخالف ہونگے اور کہینگے کہ میاں انکو دنیا کے
قصوں مین گھسنا کیا زیبا تھا انہوں نے کیوں خوامخواہ اسمیں ٹانگ اڑائی چنانچہ جو عالم اس قسم کے

دنیا کی ترغیب کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرات انبیا علیہم السلام کی بعثت کی غرض۔

جو علماء دنیا کی ترغیب دیں وہ ورثۃ الانبیاء نہیں ہیں۔

ہین اُنکو لوگ سب کچھہ کہتے ہین اور سارا اعتقاد رخصت ہوجاتا ہی علم وفضل کا اقرار اُسی شخص کے کرتے ہین جسکو سمجھتے ہین کہ دُنیا سی اسکو کم تعلق ہے۔ مسائل کی تحقیق کا جب وقت آتا ہی تو اُسی عالم کی طرف رجوع کرتے ہین جو تارک الدنیا ہو اور جو عالم اہل دُنیا سی ملتا ہو اور دنیوی قصوں مین دخیل ہو اُس کا اعتبار نہیں کرتے اور کہتے ہین کہ میاں وہ تو دُنیادار ہی اُسکا کچھہ اعتبار نہیں ہی۔ عجیب بات ہی کہ جس مسلک کو وہ خود اپنے برتاؤ سی مذموم سمجھتے ہین علماء کو اُسکی طرف بلانا چاہتی ہین پس علماء کا کام صرف دین کی ترغیب دینا اور دُنیا میں انہماک سی بچانا ہے اُن کا یہی بڑا احسان ہی کہ اگر کسی کو راغب الی الدنیا دیکھیں تو اسکو مانع نہ ہوں علماء پر اِس اعتراض اور رائی دینے کی مین نی ایک مثال تجویز کر رکھی ہی کہ جسکو مین نی پہلے بھی متعدد بار بیان کیا ہی اُس مثال سی یہ مضمون خوب منقح ہوجاتا ہی وہ یہ ہی کہ ایک مریض جو سالہا سال سی مرض دق مین مبتلا ہی لیکن ابھی تک لا علاج نہین ہوا معالجہ کی غرض سی مثلاً حکیم محمود خاں کی پاس دہلی گیا اور حکیم صاحب کا مکان تلاش کرکے اُنکی خدمت مین پہونچا حکیم صاحب کو نبض دکھائی انہون نی نسخہ لکھدیا جب نسخہ لیکر اُن کے مکان سی نکلا تو دیکھا کہ اُنکی دہلیز مین ایک چمار بیٹھا جوتی سی رہا ہی چمار نے پوچھا کہ کیوں میاں کہاں گئی تھے مریض نے کہا کہ مین بیمار ہوں حکیم صاحب سی نسخہ لکھوا کر لایا ہوں چمار نے کہا حکیم صاحب نے نسخہ تو لکھدیا اور تم کو یہ رائے نہ دی کہ تمھاری جوتی پھٹ رہی ہی اس کو سلوالو حکیم صاحب کو اتنی عقل نہیں کہ جوتی سلوانیکی رائے دیدیتے معلوم نہیں کہ یہ حکیم کیوں بنے ہین جنکو اسکی ضرورت کا بھی احساس نہیں پس جن حضرات کی نزدیک اس چمار کی رائے صحیح ہی وہ تو ہماری مخاطب نہیں اسلئے کہ جو اتنے احمق ہین کہ اس چمار کے اعتراض اور رائے کو صحیح بتا رہی ہیں وہ قابل خطاب نہیں ہیں اُنسی گفتگو کرنا لاحاصل ہی اور اگر یہ رائے چمار کی غلط ہی تو بس ہماری پاس اس سی ایک بہت اچھا جواب الزامی حاصل ہوگیا کہ جیسی آپ اس چمار کو یہ جواب دینگی کہ حکیم صاحب کا یہ فرض منصبی نہیں ہی کہ جوتی سلوانیکی ترغیب دین اور اگر حکیم صاحب جوتی کے متعلق کچھہ نہ کہین تو اُن پر بالکل الزام نہین ہی اُن پر تو الزام جب ہی جبکہ وہ جوتی سلوانے سی منع کرین بلکہ اگر وہ اُسکی ترغیب دین تو اُن پر اعتراض ہی کہ انہوں نے اپنا فرض منصبی چھوڑکر دوسرا کام کیوں کیا ایسے ہی ہم اِن حضرات کو جواب دینگی کہ علماء اطباء روحانی ہوتے ہین اُن کا فرضِ منصبی دین کی ترغیب ہے اگر دُنیا کے متعلق یہ کچھہ بولیں تو اِن کا منصب نہین ہی

مثال علماء کو اس رائے دینی کی کہ یہ حضرات دنیا کی ضرورت کی رائے دیں۔

ہاں اگر یہ دُنیا کی تحصیل سے منع کریں تو بیشک
ان پر الزام ہے اگر کوئی کہے کہ ہم نے تو ایسے علما بہت دیکھے ہیں کہ تحصیل دنیا سے منع کرتے ہیں
چنانچہ اگر کسی تجارت کی صورت کے متعلق اُنسے دریافت کیا جاوے تو لایجوز اگر کسی نوکری کو پوچھا
جاوے تو لایجوز جواب ملتا ہے۔ غرض انہوں نے بجز لایجوز کے کوئی سبق نہیں پڑھا ہے اس کا جواب
بھی اس مثال میں غور کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے کہ اگر وہ چمار جوتی ایسی طرح سیئے کہ پاؤں کو
بھی جوتی کے ساتھ سی رہا ہو اور پاؤں کو کیل لگا دینے کی وجہ سے بے حس ہو رہا ہو اسلیئے
اسکو الم محسوس نہیں ہوتا تو اُسوقت حکیم صاحب کہینگے کہ کمبخت تو کیا کر رہا ہے اسوقت تو بوجہ
بے حس ہونیکے الم معلوم نہیں ہوتا لیکن یاد رکھ کہ زخم پڑ جائیگا اور پیپ دوڑ جائیگی اور اُسوقت اگر
حکیم صاحب منع نہ کرینگے تو اُن پر الزام ہے اسی طرح علما جب یہ دیکھتے ہیں کہ اس دُنیا کمانے میں دین کا
فساد ہے تو وہ ضرور ایسی دنیا سے منع کرینگے اور اگر حدود کے اندر رہکر دُنیا حاصل کرینگے
تو اجازت دینگے ورنہ وہ یہ کہینگے ع

مبادا دل آن فرومایہ شاد	کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

الحاصل بعض حضرات وہ ہیں جنکو فضائل دینیہ کا انکار ہے لیکن یہ لوگ تعداد میں طبقۂ اولیٰ سے کم ہیں اور طبقۂ اولیٰ
گو منکر تو نہیں ہیں لیکن کالمنکر ہیں انکا انکار اور اعتراض اس درجہ کا نہیں ہے مگر حالاً منکر ہیں کہ اُن کو
اہتمام کسی درجہ میں اُنکی تحصیل کا نہیں ہے۔ دوسرا طبقہ وہ ہے کہ جسوقت اُنکے سامنے فضائل دینیہ
کا ذکر کیا جاتا ہے تو متاثر ہوتے ہیں گردنیں جھکا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا کہیں دُنیا میں ایسے پھنسے ہے
ہیں کہ خلاصی نہیں ہوتی اُنھوں نے اپنا لقب سگ دنیا اور گنہ گار رکھا ہے یہ پہلوں سے اچھے ہیں اپنے
گناہوں کا انکو اعتراف تو ہے ان سے اُمید ہے کہ کبھی تو بہ کی توفیق ہو جاویگی۔ مجھے اس فرقے کی شکایت نہیں ہے
اور بارہا یہ مضمون بیان کیا ہے کہ صاحبو اگر آپ سے معاصی چھوٹ نہیں سکتے اور یہ سمجھ رہے ہو
کہ ان کی ترک میں ہمارے دنیوی اغراض فوت ہوتے ہیں جیسے رشوت وغیرہ تو خدا کے لئے
اتنا تو کرو کہ اُنکو حرام اور گناہ اور اپنے آپ کو گنہ گار مبتلا تو سمجھو اسمیں تمہارا کوئی دُنیا کا حرج نہیں ہے
جو اغراض اور حاجات تم گناہ نہیں سمجھ رہے ہو وہ جسطرح اُنکو بدون گناہ سمجھے پوری ہو رہی
ہیں اسی طرح اُنکو گناہ سمجھکر کرنے میں بھی پوری ہونگی مثلاً رشوت کی نسبت لوگوں کا خیال ہے

کہ اگر نہ لینگے تو کام نہ چلیگا اسلئے کہ پچاس کا خرچ ہے اور دس کی آمدنی ہے تو یہ خیال اگرچہ غلط ہے اسلئے کہ حلال کی آمدنی میں حق تعالیٰ وہ برکت عطا فرماتے ہیں کہ اسمیں بہت سے کام بنجاتے ہیں اور تمام روپیہ اپنے ہی کام آتا ہے اور حرام کی آمدنی میں ایسی بے برکتی ہوتی ہے کہ باوجود کثرت ظاہری کے روپیہ ضائع ہوتا ہے اور حاجتیں باقی رہجاتی ہیں۔ ہمنے بہت دیکھا ہے کہ ایسے لوگوں کا روپیہ اکثر اُن کے کام نہیں آتا لیکن ہمنے تسلیم کرلیا کہ بغیر رشوت کے کام نہیں چلتا ہے لیکن اُسکو حرام سمجھنے سے تو کوئی کام بند نہیں ہوتا آپ لیتے رہیں مگر ساتھ ہی اُسکی اُسکو گناہ اور اپنے کو عاصی اور نافرمان بھی سمجھو لیکن حلال سمجھنے پر تو کوئی کارروائی موقوف نہیں ہے میں نے کہا کہ میں اس مضمون کو بیان کیا تھا وہاں ریش کی دشمن بہت سی مجھکو نظر آئی میں نے کہا تھا کہ مجھے آپ صاحبوں سے یہ امید تو ہے نہیں کہ میرے کہنے سے آپ داڑھی رکھ لینگے مگر خدا کے واسطے اسکو حرام تو سمجھو بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں تو کہیں داڑھی رکھنے کا حکم آیا نہیں پھر ہم کیوں رکھیں ان حضرات کا یہ عذر اسوقت مسموع ہوتا جبکہ دلائل شرعیہ قرآن شریف ہی میں منحصر ہوتے قرآن مجید میں بہت سے مسائل منصوص نہیں ہیں آج کل یہ عام عادت ہوگئی ہے کہ ہر مسئلہ کی دلیل قرآن مجید سے مانگتے ہیں اور ہماری بعض علماء بھی ایسے خلیق ہیں کہ وہ سوچ ساچ کر نکالتے ہیں یاد رکھو یہ راہ[فا] کھولنا سخت مضر ہے اسلئے کہ تم نے بہت عرق ریزی کر کے اُن کے ایک سوال کا جواب دیدیا وہ دوسرا سوال کرینگے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں ہر مسئلہ منصوص نہیں ہے۔ تو لامحالہ تمکو کسی نہ کسی مقام پر بلکہ اکثر مواقع میں ساکت ہونا پڑیگا اور اس سکوت کے یہ معنی ہونگے کہ یہ مسئلہ شریعت میں ثابت نہیں ہے۔ اور نیز قرآن سے مسائل کو نکالنا اور اسکی کوشش کرنا کہ ہر مسئلہ قرآن سے ثابت ہو در پردہ اس کا دعویٰ ہے کہ دلیل صرف قرآن ہے اور حدیث و اجماعِ امت و قیاس کوئی شے نہیں ہے علماء کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں سے باضابطہ گفتگو کریں اور ادلہ اربعہ میں سے جس دلیل سے وہ مسئلہ ثابت ہو ثابت کریں اور موٹی بات ہے کہ اثبات مدعا کے لئے مطلق دلیل کی حاجت ہے دلیل خاص کی ضرورت نہیں جو دلیل خاص کا مطالبہ کرتا ہے وہ سخت بے ادب اور بارگاہ سے نکالدینے کے قابل ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ مثلاً عدالت میں کسی شخص کا مقدمہ پیش ہو اور مدعی نے گواہ پیش کئے اور مدعا علیہ یہ کہے کہ

[فا] صرف قرآن سے مسائل کا استنباط کرنا غلطی ہے

اسمیں شک نہیں کہ یہ گواہ مجروح نہین ہین مگر میں تو جب تسلیم کرونگا کہ فلاں مولانا صاحب اور فلاں جج صاحب گواہی دینگے تو حاکم عدالت اسکو جواب دیگا کہ اثبات مدعا کیلئے مطلق گواہ کی ضرورت ہی خاص گواہ کی ضرورت نہیں جب عدالت نے انکو گواہ تسلیم کرلیا ہی تو تم کو خاص گواہ کے مطالبہ کرنیکا حق نہین اسپر بھی اگر چون وچرا کریگا تو سخت بی ادب سمجھا جاویگا اور کان پکڑ کر نکال دیا جاویگا۔ بہرحال یہ راہ نکالنا سخت ضرر رساں ہی۔ ایک دوست نے مجھسے بیان کیا کہ مین نے ایک شخص کو داڑھی رکھنے کے لئے کہا اُس نے یہی کہا کہ قرآن مین داڑھی رکھنے کی نسبت حکم نہیں ہی۔ میں نے کہا کہ قرآن میں حضرت موسی وہارون علیہم السلام کے قصہ میں ہی لاتاخذ بلحیتی اگر حضرت ہارون کے داڑھی نہ ہوتی تو کیوں فرماتے وہ سنکر چپ ہو گیا میں نے کہا کہ جناب اس سے تو داڑھی کا وجود ثابت ہوا وجوب تو نہ نکلا حالانکہ مقصود وجوب کو ثابت کرنا ہے ایسی لچر بات کسی کے مقابلہ میں پیش کرنا مناسب نہیں غرض یہ وتیرہ اختیار کرنا کہ ہر مسئلہ کو قران سے ثابت کیا جاوے کسیطرح مناسب نہیں۔ میں یہ قصہ بیان کر رہا تھا کہ میں نے ڈھاکہ میں کہا تھا کہ مجھے یہ توقع تو ہے نہیں کہ آپ حضرات ڈاڑھی رکھ لینگے لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ ڈاڑھی منڈانے یا کترانے سی مقصود کیا ہے ظاہر ہے کہ آپ لوگ اسکو تزئین سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بھی ہے مگر میں نے مانا کہ تزئین ہوتی ہے لیکن حلال سمجھنے کو تزئین میں کوئی دخل نہیں کیا خوبصورتی اسپر موقوف ہے کہ اوسکو حلال بھی سمجھا جاوے خوبصورتی مزعوم تو حرام سمجھنے کے حالت میں بھی حاصل ہے صرف فرق اسقدر ہی کہ حلال سمجھنے والے کا دین زیادہ برباد ہوا اور حرام سمجھکر منڈانے والے کا الحاصل یہ دوسرا طبقہ والا طبقہ اولی سے بہتر ہیں کہ بفضلہ تعالی اُن کو اپنے کئے پر ندامت ہوتی ہے اور حق کو سنکر منقاد ہوتے ہیں دو چار آنسو بھی بہا لیتے ہیں لیکن اونکی معراج بس یہاں ہی تک ہے مجلس وعظ ہی تک یہ ندامت مقصور رہتی ہے یہ کبھی نہ ہوگا کہ آئندہ کو اُن معاصی کے ترک کا قصد کرلیں اور اعمال صالحہ کے اختیار کرنے کا پختہ ارادہ کرلیں۔ اور باوجود اعتقاد صحیح ہونے اور کسے وقت ندامت ہونے کے جو اون کو ترک معاصی کی ہمت نہیں ہوتی وجہ اوس کی یہ ہے کہ معاصی ہیں وہ اپنے نزدیک لطف اور مزہ اور اسکے ترک میں کلفت اور مشقت کا خیال کئے ہوئے ہیں حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے

(ف) جسقدر گناہ ہیں اونکے نہ کرنے میں اسقدر تکلیف نہیں جسقدر کہ اونکے کرنے میں ہے نہ کرنے سے تو تھوڑے دنوں کی کلفت ہے اور اسکے بعد حلاوت ہی حلاوت ہے اور کرنے سے فوراً تو کوئی حظ ہوتا ہے اسکے بعد روح کو سخت پریشانی ہوتی ہے چنانچہ جسنے اول بار کوئی گناہ کیا ہو اور اوس سے پہلے اوس گناہ کا وہ شخص مرتکب نہوا ہو وہ اسکو خوب سمجھ سکتا ہے کہ پہلے میرے اندر کیا تھا اور اب کیا ہو گیا واللہ وہ اپنے اندر سخت کدورت محسوس کریگا اور اپنے کو سخت لعنت ملامت کریگا اور اپنی موت کو زندگی پر ترجیح دیگا باقی ہم لوگونکو تو اسلئے احساس نہیں رہا کہ گناہ کرتے کرتے قلب کا احساس باطل ہو گیا ہے اسلئے گناہ کے اندر جو کلفت اور کدورت ہے وہ محسوس نہیں ہوتی جسنے آنکھ کھولکر کبھی راحت حقیقی نہ دیکھی ہو اوسکو تکلیف کا احساس نہو گا لیکن اگر آپ اسکا تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو اوسکا ایک طریقہ ہے کہ جسکو میں نے پہلے بھی بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے نفس سے چالیس روز مستعار لیلو اور ان دنوں میں اوس سے صلح کرلو اور اوسکو کہو کہ صرف ان چالیس روز کیلئے تو معاصی کو چھوڑدے اور طاعت اختیار کرلے اسکے بعد پھر تجھکو آزادی ہے اور یہ چالیس روز اسطرح گذار دو کہ کسی قسم کی معصیت اسمیں سرزد نہو فضول کلام غیبت فضول میل جول بدنگاہی غرض تمام گناہوں کی چالیس دن کیلئے تعطیل کردو لیکن بداعتقادی کیساتھ نہیں میں یہ بھی نہیں کہتا کہ اعتقاد ا ایسا کر دیعنی یہ اعتقاد کہ اس سے نورانیت ہوگی۔ بلکہ ذہن دونوں امر سے خالی کرلو جب یہ چالیس دن اس حالت سے گذر جاویں اوسکے بعد اندازہ کرلو کہ ہمارے قلب کی پہلے کیا کیفیت تھی اور اب کیا کیفیت ہے واللہ قلب میں اسوقت ایک ایسی حلاوت اور لطف پاؤگے جو اس چالیس روز سے پہلے نہ تھی اور یہ معلوم ہوگا کہ ہم تو جہنم میں تھے اب جنت میں ہیں اوسوقت معلوم ہوگا کہ گناہ میں کیا کلفت ہے اور طاعۃ میں کیسی حلاوۃ ہے غرض گناہ کے چھوڑنے میں تھوڑے دنونکی کشاکشی ہے اوسکے بعد راحت دائمی ہے۔ ع چند روزے جہد کن باقی بخند +

اور آپ خود مشاہدہ کرلیجئے جن حضرات نے طاعت کو اختیار کرلیا ہے اور دنیا کو چھوڑ دیا ہے وہ کس راحت اور اطمینان کے اندر ہیں واللہ اون حضرات کی طمانیت اور راحت وہ ہے کہ جو ہفت اقلیم کے بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہے کوئی یہ نہ کہے کہ ہمکو یہ درجہ کہاں نصیب ہو سکتا ہے

ف گناہوں کے ترک میں راحت ہے اور کرنے میں سخت کلفت ہے۔

صاحبو ممتنع اور محال نہیں ہے اعمال صالحہ اختیار کرو اور معاصی کو ترک کر دو تمکو بھی ایسی ہی راحت میسر ہو جاویگی الحاصل کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ اوسکے نہ کرنے میں کلفت ہو لیکن میں آپکے زعم کے موافق گفتگو کرتا ہوں کہ جن گناہونکے چھوڑنیمیں کوئی حرج نہیں ہے اونکے چھوڑنیمیں آپکو کیا عذر ہے مثلاً رشوۃ کے بارہ میں تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر چھوڑ دیں گزر تو کبھی نہ ملیگا مگر ڈاڑہی رہنے سے کونسی مصلحت برباد ہوتی ہے ابتدائے عمر میں تو اسلئے منڈانا شروع کی تھی کہ خوبصورت معلوم ہونگے لیکن اب بڈھے ہو کر منڈانیمیں کیا مصلحت ہے اسیطرح اور بہت سے گناہ ہیں کہ اگر اونکو چھوڑ دیں تو دنیا کا کچھہ بھی نقصان نہیں ہے خدا کیلئے ایسے ہی گناہ چھوڑ دو غرض یہ طبقہ فضائل دینیہ کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے گو اعتقاد صحیح ہے (ف۱) تیسرا طبقہ وہ ہے کہ اونکو فضائل دینیہ کے حاصل کرنیکی رغبت اور توجہ ہے اور دنیا کو اعتقاداً اور حالاً فانی سمجھتے ہیں مگر اونمیں یہ کمی ہے کہ فضائل کے حاصل کرنیکا جو طریقہ ہے اوسپر نہیں چلتے چاہتے ہیں کہ ہمکو کرنا تو کچھہ نہ پڑے اور فضائل حاصل ہو جاویں اور جو طریقہ اپنے نزدیک انہوں نے فضائل کی تحصیل کا تجویز کیا ہے وہ طریقہ نہیں ہے اور وہ طریقہ مجوزہ اونکا یہ ہے کہ مثلاً کوئی کتاب دیکھی اور کوئی مضمون عبرتناک نظر آیا کہنے لگے آہ اور کچھہ رو دئے بس جنید ہو گئے ختم شد آگے صفر ہے جب اپنے دینوی کاروبار میں مشغول ہوئے پھر ویسے ہی ہو گئے بہرحال یہ طبقہ طبقہ ثانیہ سے بہتر ہے اسلئے کہ انکو توجہ تو ہے لیکن کمی انمیں بھی ہے اور بہت بڑی کمی ہے (ف۲) چوتھا طبقہ وہ ہے کہ ان سے آگے بڑھتے ہیں انکو فضائل دینیہ کی طرف رغبت ہی نہیں بلکہ تمنا کا درجہ ہے لیکن تحصیل کی تمنا نہیں بلکہ حصول کی ہے چاہتے ہیں کہ آپ سے آپ حاصل ہو جاویں کیوں صاحبو کونسی شے ہے جو خود بخود حاصل ہوتی ہے اور اپنے نزدیک انہوں نے بھی ایک طریقہ (ف۳) تجویز کیا وہ یہ ہے کہ جب کسی بزرگ سے ملے تو اونسے عرض کیا کہ حضرت گناہونکی طرف بہت میلان ہے کچھہ توجہ فرمائیے بس اپنے نزدیک اپنی سعی ختم کر چکے اور یقین کامل ہو گیا کہ حضرت کی توجہ سے سب گناہ خود بخود چھوٹ جاوینگے .... سبحان اللہ اچھا طریقہ تجویز کیا ہے جن حضرت سے توجہ کے خواہاں ہیں اونسے تو پوچھئے کہ اونکے اندر سے معاصی کا میلان کس طریقہ سے دفع ہوا ہے

ف۱ طبقہ ثالثہ جو فضائل کے تحصیل کیطرف متوجہ ہیں لیکن طریقہ تحصیل میں غلطی کرتے ہیں۔

ف۲ طبقہ رابعہ جنکو فضائل کی متعلق تمنا کا درجہ ہے لیکن انہوں نے بھی طریقہ کی تحصیل میں غلطی کی ہے۔

ف۳ گناہ ہونکی طرف میلان بزرگونکی توجہ سے نہیں جاتا بلکہ اوسکا طریقہ عمل ہے۔

اور کیا کیا اونکو کرنا پڑا حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت بارہ تسبیح بتلا دیجئے حضرت خفا ہو کر فرمانے لگے کہ واہ ساری عمر میں ایک یہی شے تو حاصل ہوئی وہی تجھے بتلا دوں میاں جسطرح ہمکو ناک رگڑ کر ملی ہے اسی طرح تم ناک رگڑو جی چاہے گا بتلا دینگے تم چاہتے ہو کہ مفت سفت میں دولت حاصل ہو جائے دیکھو اگر کسی تاجر کے پاس جاؤ اور یہ کہو کہ کوئی ایسا طریقہ بتلا دو کہ دس روپیہ روز آجایا کریں دیکھو وہ کیا جواب دیگا وہ یہ کہے گا کہ میاں تم احمق ہو کام کرو ہمارے پاس اصول تجارت سیکھو ہماری خدمت کرو اور خدا پر نظر رکھو اسکے بعد تجارت کرو دیکھو اللہ تعالےٰ برکت کرنیوالے ہیں بتدریج ہماری طرح مالدار ہو جاؤ گے تو صاحبو یہی حال فضائل دینیہ کا ہے اسکے لئے بھی طریقہ ہے کام کرو اور اسکے ساتھ دعا بھی بزرگوں سے کراؤ باقی نری دعا پر رہنا تو ہوس خام ہے نری دعا پر رہنے والے کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص کسی بزرگ سے یہ کہے کہ حضرت ایسی دعا کرو کہ میرے بچہ پیدا ہو جاوے اون بزرگ نے پوچھا کہ بھائی نکاح بھی کیا ہے کہا کہ حضرت جی نکاح کا تو ارادہ نہیں ہے اب اگر اون بزرگ نے دعا کا وعدہ کر لیا تو یہ اونکی بزرگی ہے ورنہ قاعدہ کی موافق تو جواب اسکا ظاہر ہے کہ میاں نکاح کرو اوسکے بعد دعا کراؤ پس جس طرح بغیر نکاح کے لڑکا پیدا ہونیکی دعا کرانا ہے اسی طرح بغیر کام کئے میلان الی المعاصی کے چھوٹنے اور فضائل کے حصول کی دعا کرانا ہے اور اگر خرق عادۃ کے طور پر کسی مرد کے پیٹ میں بچہ رہ بھی گیا تو جننے کیوقت مصیبت پڑیگی وہ نکلیگا کدہر سے بلا طریقہ پر چلے خرق عادۃ کے طور پر کسی ف۱ بزرگ کی توجہ سے اگر کسی کو کچھ حاصل ہوا بھی ہو تو اوسکی ایسی ہی مثال ہے جیسے مرد کے پیٹ میں بچہ رہ جانا جنکو اسطرح کچھ ملا ہے اونکا انجام ہلاکت ہوا ہے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ اونکے یہاں ایک مرتبہ کچھ مہمان آئے اور گھر میں حضرت کے کچھ نہ تھا پڑوس میں ایک باورچی رہتا تھا اوسکو خبر ہوئی اوسنے بہت عمدہ کھانا کافی مقدار میں تیار کر کے حضرت کے مہمانوں کو کھلا دیا حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ کچھ ہمسے مانگو اوسنے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ میں مانگونگا وہ آپ دینگے فرمایا کہ ہاں اگر امکان میں ہوا تو دونگا اوسنے عرض کیا کہ آپ تو آپکو غلام دے سکتے ہیں

ف۱ کسی بزرگ کے صرف توجہ اور تصرف سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔

عرض کیا کہ مجھے اپنے جیسا بنا لیجئے حضرت سنکر خاموش ہو گئے اور دل میں بہت پیچ و تاب کھایا اسلئے کہ اسنے درخواست ایسی شے کی کہ جسکا یہ اہل نہیں اسیواسطے مولانا فرماتے ہیں ؎

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ
برنتابد کوہ را یک برگ کاہ

اور فرماتے ہیں ؎

چارپا را قدر طاقت بار نہ	بر ضعیفاں قدر ہمت کار نہ
طفل را گر نان دہی بر جائے شیر	طفل مسکین را ازاں نان مردہ گیر

اگر کوئی شیر خوار بچہ کو بجائے دودھ کے روٹی دیدے تاکہ جلدی جلدی بڑھے تو وہ بجائے بڑھنے کے جلدی ختم ہو جائیگا ایسے ہی اگر کسی کی توجہ سے دفعۃً کوئی شے حاصل ہو جائے اور ظاہر ہے کہ پہلے سے اوسکی استعداد اور قابلیت نہ تھی تو انجام اس توجہ کا ہلاکت ہوگا ایسی توجہ کو خونی توجہ کہتے ہیں مولانا مولوی محمد منیر صاحب مرحوم نانوتوی بڑے ظریف تھے فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رح نانوتہ تشریف لائے دو چار خادم بھی ہمراہ تھے حضرت توجہ دیرہے تھے اور اون پر کیفیات طاری ہو رہی تھیں مولانا محمد منیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت ہمکو یہ کیفیتیں کبھی نصیب نہ ہوئیں حضرت نے فرمایا کہ چاہتے ہو تو آؤ تم بھی بیٹھ جاؤ مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت اسطرح تو منظور نہیں مولوی صاحب نے بڑی فہم اور دانائی کی بات کہی اسلئے کہ اُس توجہ سے دو صورتوں میں سے ایک صورت ہوتی یا تو کچھ اثر نہ ہوتا تب تو فضول وقت ضائع ہوتا اور اگر کچھ اثر ہوتا تو وہ پائدار نہ ہوتا او سکے زوال کے بعد پھر حسرت اور افسوس اور زیادہ ہوتا یا اگر قوی توجہ ہوتی تو اندیشہ جسمانی ضرر کا بھی تھا اگر کوئی کہے کہ اگر توجہ سے مرجائیں گے تو کچھ پرواہ نہیں ایسی تو موت بھی اچھی بات یہ ہے کہ مرنا بھی وہی اچھا ہے جو طریقہ کے ساتھ ہو اپنے ہاتھوں جان دینے سے کیا فائدہ اور یہ کوئی کمال نہیں مقصود تو زندہ رہکر اعمال صالحہ اور طاعۃ کرنا ہے۔ بہرحال اگر کوئی شخص ایسی توجہ دے بھی تو ہرگز نہ لو الحاصل حضرت خواجہ صاحب چونکہ وعدہ کر چکے تھے اسلئے اوسکے ایفاء پر مجبور ہوئے اور اوسکی طرف متوجہ ہوئے جسکا یہ اثر ہوا کہ اوسکی صورت شکل تک آپ جیسی ہوگئی

مگر تھوڑی ہی دیر میں جاں بحق ہوا۔

غرض اس طبقہ کی غایۃ سعی فضائل دینیہ کیلئے یہ ہوئی کہ کسی بزرگ سے دعا کرالی توجہ کے طالب ہوگئے باقی اوسکے لئے خود کچھ عمل نہیں کرتے۔ پانچواں ف۱ طبقہ وہ ہے کہ اونکی نظر اور آگے پہونچی کہ انہوں نے نری توجہ ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اوسکے ساتھ عمل بھی کیا لیکن عمل بھی وہ جو اوسکے لئے موضوع نہیں ہے اونکی ایسی مثال ہے جیسے کسی کو بھوک لگ رہی ہو اوسکو کسی نے کہا کہ بھائی کچھ کرو اور کھاؤ انہوں نے یہ کیا کہ آٹا گوندہ کر اوسکے دائرے اور مثلث اور مربع بنانے لگے ظاہر ہے کہ عاقل اوسکو یہ کہے گا کہ میاں اس حرکت سے پیٹ نہ بھریگا پیٹ بھرنیکا طریقہ یہ ہے کہ کہیں سے توا لاؤ آگ لاؤ ایندھن جمع کرو اور روٹی پکا کر توے پر ڈالو پھر اوسکو سینکو پھر کھاؤ حضرت ہر شے کا ایک طریقہ ہے کہ بدون اوسکے وہ شے عادۃً حاصل نہیں ہوا کرتی مولانا فرماتے ہیں ؎

اطلبوا الارزاق من اسبابہا	وادخلوا الابیات من ابوابہا

اس طبقہ نے کیا کیا کہ کسی بزرگ سے ملے اوس سے عرض کیا کہ حضرت گناہوں کی طرف بہت میلان ہے کوئی وظیفہ بتا دیجئے وہ بزرگ بھی نرے بزرگ ہی تھے انہوں نے ایک وظیفہ بتا دیا اور یہ بھی ساتھ میں کہدیا کہ جی لگا کر پڑہا کیجو یہ قید ایسی لگائی کہ اوس بیچارے کو اور مقید کردیا اگر یہ نہ کہتے تو شاید کچھ جی اوسکا لگ بھی جاتا مگر اب تو ضرور جی ہٹے گا جیسے کیمیاگر کے پاس کوئی گیا اور کہا کہ میاں ہم نے سنا ہے تمکو کیمیا آتی ہے اوسنے کہا کہ ہاں آتی ہے اوسنے کہا کہ بھائی ہمکو بھی بتادو کہا کہ اچھا فلاں بوٹی جو فلاں جنگل میں ہے لے آؤ مگر توڑتے وقت بندر کا خیال نہ آنے پاوے اب وہ بیچارا جب جنگل جاتا ہے بندر کا خیال موجود سخت حیران ہوا اگر وہ بندر کا ذکر نہ کرتا تو کبھی اوسکو خیال نہ آتا لیکن یہاں نفی میں اثبات ہوگیا اب جاکر ان بزرگ سے عرض کیا کہ حضرت اوس وظیفہ میں تو جی نہیں لگتا انہوں نے جی لگنے کیلئے ایک اور وظیفہ بتا دیا وھکذا اب یہ شخص مجموعۂ وظائف ہو گیا لیکن مقصود اب بھی حاصل نہوا اسلئے کہ جو طریقہ مقصود تھا وہ بیچارے کو کسی نے نہ بتایا اب اوسکی حالت یہ ہوئی کہ مایوس ہوگیا اور سمجھ گیا کہ میرا مقصود مجھکو حاصل نہوگا حالانکہ وہ درگاہ ایسی ہے کہ کوئی شخص

ف ۱ طبقہ ثالثہ سے فضائل دینیہ کیلئے ... غلطی کی ہے

کہتا ہی گنہگار کیوں نہو وہ مایوس نہیں ہوسکتا ہے

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست	بر کریماں کارہا دشوار نیست

جسنے کبھی تمام عمر میں اللہ کا نام نہ لیا ہو اور برسوں سے معاصی میں مبتلا ہو وہ بھی اگر توجہ کرے تو اوسکے لئے بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اوسکی توبہ شان ہے

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو	دار و گیر و حاجب و درباں دریں درگاہ نیست

فرماتے ہیں

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

لیکن ان حضرت شیخ کی بدولت آج یہ نتیجہ ہوا کہ ایک طالب مایوس ہوکر بیٹھ رہا اور اوسنے بطالت اور تعطل اختیار کر لیا میں نے ایسے بہت دیکھے ہیں کہ جو ایسے ناواقف شیوخ کے ہاتھ میں جا پھنسے ہیں اور حیران و سرگرداں ہوکر بیٹھ رہے اور اونکی مقصد برآری نہیں ہوئی بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے نہ مرض کو سمجھا نہ دوا کو اور نہ انکو اسکی تمیز ان مریضوں اور اطبا کا ایسا ہی قصہ ہے جیسے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کنیزک کا قصہ لکھا ہی کہ وہ مرض عشق میں مبتلا تھی اور بہت سے اطبا اوسکا علاج کر رہے تھے اوسکو کچھ افاقہ نہوتا تھا اسکے بعد ایک طبیب الٰہی آیا اور اوسنے اوسکو دیکھ کر کہا

رنجش از صفرا و از سودا نبود	بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دود
بے خبر بودند از حالِ درون	استعیذ اللہ مما یفترون
گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند	آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

اوس طبیب الٰہی نے جو اوسکا علاج کیا وہ ایک معمولی تھا کہ اوسکے محبوب کو کسی ترکیب سے گھلا دیا عشق اوسکا ختم ہوگیا اسی طرح محقق جو علاج کرتا ہے وہ بہت معمولی ہوتا ہے بہت لمبا چوڑا نسخہ نہیں لکھتا مثلاً وساوس کا خلجان ہوا غیر محقق تو کوئی وظیفہ بتلا دیگا اور اسی سے یہ مرض اور بڑھے گا محقق صرف یہ کہیگا کہ وساوس کا آنا مضر نہیں ہے اسلئے کچھ خیال انکا نکرو اگر آتے ہیں آنے دو دیکھئے دو کلموں میں علاج ہوگیا اسلئے کہ یہ تشخیص علت سمجھ گیا

غیر محقق مرض کو سمجھکر علاج کرتا ہے اور محقق اصل علت کو

وہ یہ ہے کہ یہ اپنے نزدیک وساوس اور خطرات کو منافی اس طریق کے سمجھ رہا ہی اسلئے اوسکے غم میں گھلا جاتا ہے اوسنے اس کی بیخ ہی کو قطع کر دیا کہ کچھ پروا نہیں یہ کسی حال میں مرض نہیں فوراً سکون ہو جائیگا اور خطرات قطع ہو جائینگے۔ حقیقت میں محقق کا وجود حق تعالیٰ کی بڑی بھاری نعمت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ط محقق حجۃ اللہ علی الارض ہوتا ہے وہ قرنوں میں ایک پیدا ہوتا ہے اسیطرح میلان الی المعاصی کے مرض کو سمجھو غیر محقق تو اسکے لئے کوئی وظیفہ یا ذکر بتائیگا اور محقق کہے گا کہ اسکا یہ طریق نہیں ہے اسکا طریق یہ ہے کہ عمل میں سعی کرو اوسکی برکت سے ملکات رذیلہ خود بخود زائل ہو جائینگے اسکا قصد ہی نکرو کہ میلان الی المعاصی دفع ہو جائے اسکے قصد کرنے سے مشقت بڑھتی ہے ہاں جو عمل تمہارے اختیار میں ہے وہ کرو یعنی اعمال صالحہ اونکی شرائط کیساتھ کرو اسیطرح مثلاً کسی نے شکایت کی کہ نماز میں مزہ نہیں آتا تو غیر محقق تو اسکے لئے کوئی وظیفہ بتائیگا اور محقق کہے گا کہ نماز مزہ کیلئے موضوع نہیں ہے اسکی غرض اصلی رضائے حق ہے اور ثمرہ اسکا وہاں ملیگا اسپر اگر وہ سائل کہے کہ بے شک مزہ مقصود نہیں ہے لیکن مزہ سے نفس کو سہولت ہو جائیگی محقق جواب دیگا کہ سہولت ہو یا مشقت ہو تم پڑھے جاؤ دنیا دار المحنت ہے دار الراحۃ نہیں ہے دیکھو اگر تمہاری ساری عمر مصیبت میں گذر جائے تو آخر اوسکو جھیلتے ہی ہو نماز کی تکلیف بھی برداشت کرو اور دیکھو اگر ڈاکٹر یہ کہدے کہ فلاں شے نہ کھانا ورنہ اندھے ہو جاؤ گے تم تمام عمر اوس شے کو چھوڑ دو گے افسوس ہے کہ ایک سول سرجن کے کہنے سے تمنے ساری عمر کو ایک لذیذ شے کو چھوڑ دیا اور پرہیز کی مصیبت برداشت کر لی اور محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کہ عالم علم اولین و آخرین ہیں آپکے فرمانے سے تمسے تھوڑی سی مشقت برداشت نہیں کی جاتی صاحبو یہ ہیں علوم جو درس کتب میں مفقود ہیں اور انہی کیوجہ سے ضرورت ہے کسی محقق کے پاس رہنے کی میرے پاس ابھی ایک شخص کا خط آیا ہے وہ بچارے ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہیں وہ مختلف لوگونکی طرف رجوع کر چکے تھے کسی نے اونکو وظیفہ بتادیا کسی نے کوئی عمل بتادیا اور زیادہ وہ مصیبت میں مبتلا ہو گئے

ف: ایک مبتلائے عشق مجازی کا معالجہ عجیب طریق سے

اور سخت پریشان ہوکر انھوں نے میرے پاس لکھا تو گو میں محقق نہیں ہوں لیکن الحمد للہ محققین کی زیارت کی ہے اونکے طفیل سے میری سمجھ میں آگیا میں نے اونکو لکھا کہ تمہاری یہی ہوس بیجا ہے کہ یہ مرض زائل ہو اگر نہیں زائل ہوتا نہ ہو محبوب حقیقی کو جبکہ یہی منظور ہے کہ تم اسی میں رہو تو تم کون ہوتے ہو کہ اسکو زائل کرو ہاں جو عمل تمہارے اختیار میں ہے وہ کرو یعنی معصیت مت کرو عفت اختیار کرو اپنے قصد سے اوس سے بات مت کرو اوسکو مت دیکھو اوسکی باتیں کسی دوسرے سے نہ سنو اور اسکا خیال اور ارادہ بھی مت کرو کہ یہ خیال دل سے نکلے دیکھو اگر خدا تعالی تمہاری آنکھیں پھوڑ دیں تو آخر اندھے ہی رہو گے بس اسکو بھی ایسا ہی سمجھ لو کہ اللہ تعالی کو بہت سے مصالح اور حکم کیوجہ سے تمکو اسی مرض میں رکھنا منظور ہے ؎

چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش	چوں کشاید چابک و برجستہ باش
دوست دارد دوست ایں آشفتگی	کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
جان صدیقاں ازیں حسرت بریخت	کاسماں بر فرق ایشاں خاک بیخت

اور اگر اسی مرض میں تم مرجاؤ گے تو شہید مروگے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے من عشق فعف وکتم فمات فہو شہید یعنی جو شخص عاشق ہو پس عفت اختیار کرے اور عشق کو چھپاوے اور مرجاوے تو وہ شہید ہے۔ اگرچہ محدثین نے اس حدیث میں کلام کیا ہے لیکن ۲ الف و ۱۶ الکافی میں اسکو ثابت لکھا ہے اور اگر یہ حدیث ثابت بھی نہو تو قواعد شرعیہ کلیہ سے ثبوت اسکا ہو سکتا ہے اسلئے کہ سیف حدید سے سیف عشق اشد ہے اسلئے کہ سیف حدید سے تو ایک ہی مرتبہ کام تمام ہو جاتا ہے اور نشتر عشق ہر وقت قلب پر لگتا ہے پھر اخف کے تحمل سے شہادت ہوتی ہے جیسے پیٹ سے امراض سے شہادت وارد ہے کہ اوسمیں تحمل ہی کلفت کا تو اشد کے تحمل سے شہادت کیوں نہو گی اسکے بعد جو اون صاحب کا خط آیا تو انہوں نے لکھا کہ مجھے اب بالکل سکون ہو گیا اور ٹھنڈک پڑ گئی دیکھئے اوسکے ازالہ کے علاج اور فکر سے تو سکون نہوا اور اعتقاد عدم سکون سے سکون ہو گیا۔ پس علاج یہ ہیں اور ذکر کی فکر میں لگانا علاج نہیں ہیں یعنی موثر مستقل نہیں ہیں ہاں معین ہیں اصل موثر طاعۃ حق ہے

باقی ذکر و شغل ضرب کیساتھ یا بلا ضرب کے حبس کیساتھ یا بلا حبس کے اور انکے ثمرات یہ سب معین ہیں اصل شے انمیں طاعت ہے باقی ف ۱ یہ قیود ضرب و حبس وغیرہ قربات مقصودہ نہیں ہیں انکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اُستاد شفیق کسی شاگرد کو مطالعہ کی تاکید کرے اور اوسکا طریقہ بتلائے اور کہے کہ تکرار کیا کرو اور یہ دیکھکر کہ دماغ میں خشکی نہو جائے یہ بھی کہدیا کہ گاجریں اُبال کر کھالیا کرو اُس شاگرد نے یہ کیا کہ مطالعہ وغیرہ تو چھوڑ دیا بس گاجریں ہی کھانا شروع کر دیں حالانکہ وہ مقصود نہ تھیں بلکہ معین مقصود تھیں اسی طرح ضرب اور حبس قربات مقصودہ نہیں مگر بعض عوارض اور موانع ہیں کہ اونکی وجہ سے انکو کیا جاتا ہے انکو ثواب نہ سمجھنا چاہئے اور دوسری مثال لیجئے کہ جیسے کوئی شیخ اپنے مرید کو قوت اور شب کو بیدار رہنے کیواسطے یہ بتائے کہ سنکھیا کے تیل کی ایک سینک پان میں کھالیا کرو تو اُن بزرگ نے حرارت عزیزیہ کے مشتعل کرنے اور ہمت بڑھانے کیلئے بتلایا ہے اگر وہ مرید نری سینکیں ہی کھایا کرے اور اسی کو مقصود سمجھ لے اور کام کچھ نکرے تو یہ اوسکی حماقت ہے بس یہی درجہ ہے ضرب اور حبس کا کہ شیخ کامل اگر کسی کیلئے تجویز کرے تو یہ نافع اور معین ہے بہرحال اصل شے طاعت ہے اور یہ اوسکی تدابیر ہیں باقی رہے ف ۲ ثمرات سو وہ آخرت میں موعود ہیں دنیا میں بھی اگر بعضے حاصل ہو جاویں تو زائد ہیں اور نہوں تو کچھ ضروری نہیں ہیں بہت سے ذاکر شکایت کیا کرتے ہیں اور بعضے عوام بھی کہ ہم اتنے دنوں سے نماز پڑھتے ہیں یا ذکر کرتے ہیں حلاوۃ نہیں آتی یا جی نہیں لگتا صاحبو خدا کے ذمہ کوئی قرض نہیں خدا تعالیٰ نے کہیں وعدہ نہیں فرمایا کہ نماز پڑھو گے تو مزہ آویگا جزاء اُخروی کا وعدہ فرمایا ہے سو وہ انشاء اللہ وہاں ملیگی منتظر رہو باقی حلاوۃ بھی بعضونکو نصیب ہو جاتی ہے یہ حق تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت ہے کہ کسیکو دیتے ہیں کسیکو نہیں دیتے جسکے لئے جو شے مناسب ہے وہی اوسکو عطا ہوتی ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کسی طبیب کے پاس دس مریض جائیں اور دل میں یہ ٹھان لیں کہ ہمکو خمیرہ گاؤزبان مرواریدی ملیگا اوسنے ایک کو تو خمیرہ گاؤزبان ہی بتایا اور باقی نو کو مختلف تلخ اور بدمزہ دوائیں بتائیں تو یہ مریض اوس طبیب پر یہ اعتراض کریں کہ کیوں صاحب ہمکو خمیرہ گاؤزبان کیوں نہیں بتایا اور اوسکو کیوں بتایا تو طبیب جواب دیگا

ف ۱ ذکر و شغل کے قیود قربات مقصودہ نہیں ہیں ۔

ف ۲ ثمرات اعمال کا حصول آخرت میں موعود ہے دنیا میں ان کا حصول ضروری نہیں ہے ۔

کہ احمق ہوئے ہو تمہارے امراض کیلئے یہی دوائیں مناسب ہیں جب مواد فاسدہ دور ہو جاینگے اوسوقت خمیرہ کھانا اسیطرح طاعت کے اندر کسیکو حلاوۃ ملتی ہے اور کسیکو گھبراہٹ اور پریشانی اور دل نہ لگنا ملتا ہے تم کون ہوتے ہو کہ دلچسپی اور شوق کو اپنے لئے تجویز کرو۔

ع کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست + ان اللّٰہ بعبادہ لخبیر بصیر وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر ہم انکو لذت اور شوق اور مزہ عطا کرینگے تو انکو عجب پیدا ہو جائیگا کہ جو انکو ہلاک کر ڈالے گا ۔

	آنکس کہ تو نگرت نمی گرداند		او مصلحت تو از تو بہتر داند

پدر عسل بسیار ست ولیکن پسر گرمی دارست پس یہ وجہ ہے کہ یہ عطایا مختلف ہیں معطی لہ کی استعداد کے موافق عطا کیئے جاتے ہیں ہاں ایک عطیہ مشترک ہے جو سبکو علی حسب الاستعداد عطا ہوتا ہے وہ کیا ہے تسلی اور اطمینان ذکر و طاعۃ کا یہ اثر ہے کہ کرتے کرتے ایک تسلی کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے۔ ع تسلی داد ہر کس را برنگے + اور حق تعالیٰ کی معرفت اور محبت کیوجہ سے وجدانًا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ معاملہ میرے ساتھ ہوتا ہے سب خیر ہے الحاصل اس طبقہ نے عمل کیا لیکن وہ عمل نہ کیا جو فضائل کے حصول کیلئے موضوع ہے چھٹا طبقہ وہ ہے کہ اونہوں نے عمل بھی وہی کیا جو اوسکے لئے موضوع ہے لیکن فضائل وہ طلب کئے جنکا عطا ہونا عادۃ الٰہیہ کے خلاف ہے ایسی تمنا بھی شرع کے خلاف ہے ایک شخص ہمکو ملے جو قطبیت کے طالب تھے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے یہاں وہ گئے وہ بھی پسند نہ آئے جب میں گنگوہ گیا حضرت نے فرمایا کہ بھائی وہ فلاں شخص آئے تھے قطبیت کے طالب تھے یہاں قطبیت کہاں تھی اسلئے چلے گئے یاد رکھو قطبیت اور غوثیت مکتسب نہیں ہے بعض لوگ اس ذہن میں ہوتے ہیں کہ ہمکو خضر علیہ السلام ملجاویں خضر علیہ السلام کا ملنا بھی کوئی امر مکتسب نہیں ہے اور اگر مل بھی گئے تو تمکو کیا ملیگا ایک شخص سے تھے اونکو خضر علیہ السلام ملے کہا السلام علیکم اُنہوں نے کہا وعلیکم السلام خضر علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے مجکو پہچانا بھی اُنہوں نے کہا کہ نہیں فرمایا میں خضر ہوں وہ شخص بولے بہتر ہے اللّٰہ بھلا کرے خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ تمنے مجھ سے کچھ دعا نکرائی کہا کہ بس حضرت خود ہی دعا کر لینگے

تمام سالکین روز آکریں شاغلین ان کو ایک شعور و زمین ہی عطا ہو جاتا ہے طبقہ سادس ... اختیاری فضائل کی طلب کی۔

خضر نے فرمایا کہ میاں تم بھی عجیب آدمی ہو بہت لوگ تو میرے ملنے کی تمنائیں کرتے ہیں اور تمنے کچھ بھی قدر نہ کی کہا کہ بس آپکی زیارت ہو گئی یہی کافی ہے خضر علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ نہیں مجھ سے ضرور دعا کراؤ انسے کہا کہ اچھا یہ دعا کردو کہ میں نبی ہو جاؤں خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہنے لگے کہ پھر جو ہو سکتا ہے وہ تو خود ہی ہو گا آپکی دعا کی کیا ضرورت ہے لیکن اس حکایت سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ دعا بیکار ہے بات یہ ہے کہ حضرات اولیاء اللہ کی شان حق تعالیٰ کے دربار میں بلا تشبیہ ایسی ہو جاتی ہے جیسے کوئی کسی بادشاہ کا مزاج شناس ہوتا ہے اور اون پر ایک حال ہوتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس واقعہ سے ہمارا امتحان مقصود ہے اسلئے وہ لب کشائی نہیں کرتے بعض لوگ کشف و کرامۃ کے طالب ہوتے ہیں یہ بھی مکتسب نہیں ہیں ف۱ ساتواں طبقہ وہ ہے کہ انہوں نے عمل بھی کیا اور فضائل میں سے انہی فضائل کے طالب ہوئے جو عادۃً مکتسب ہیں اور تمام شرائط عمل کے بجالائے اور بالکل اعتدال پر رہے لیکن اونکے اندر ایک اور باریک خرابی پیدا ہو گئی وہ یہ ہے کہ انمیں عجب پیدا ہو گیا اور اوسکی وجہ سے اونکو دعویٰ ہو گیا استحقاق کا بہر حال اسقدر غلطیاں ہیں جو طالبین فضائل کو پیش آتی ہیں حق تعالیٰ نے اس آیۃ میں ان سب کی اصلاح فرمائی ہے پس یہ مضمون اسقدر مہتم بالشان اور ضروری ہے کہ جس کی ہر شخص کو ضرورت ہے عاملین کو بھی معطلین کو بھی چنانچہ ف۲ تمام طبقات کی اصلاح کو اس آیۃ سے مفصلاً عرض کیا جاتا ہے ارشاد ہوتا ہے ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض الخ ترجمہ آیۃ کا یہ ہے کہ مت تمنا کرو اون چیزونکی کہ جنکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے مردوں کیلئے اوس شئے سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کیلئے اوس شئے سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ سے اوسکے فضل کی درخواست کرو بیشک اللہ تعالیٰ ہر شئے کو جاننے والے ہیں شان نزول اس آیۃ کا ایک قصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ فرمایا تھا یا لیتنا کنا رجالاً یعنی کاش ہم مرد ہوتے تو مردوں کے فضائل مثل جہاد وغیرہ کے ہم بھی حاصل کرتے اوسپر یہ آیۃ نازل ہوئی تھی اس آیۃ سے کل طبقات موجودہ مذکورہ سابق کی غلطیاں رفع ہوتی ہیں اول طبقہ تو وہ تھا جو فضائل کے منکر یا کالمنکر ہیں اونکی اصلاح تو اسطرح ہوئی کہ جب خود اللہ تعالیٰ ہی فضل بعضکم علی بعض پر

ف۱ طبقہ سابعہ عجب میں مبتلا ہو گیا۔

ف۲ طبقات ہفتگانہ کی اصلاح آیت کریمہ صدر وعظ سے۔

فضیلت دی ہے تو ما بہ الفضیلۃ یعنی فضائل قابل انکار نہیں ہو سکتے بلکہ قابل اہتمام ہیں اور طبقہ ثانیہ وہ تھا جو فضائل کو ضروری تو سمجھتے ہیں لیکن اونکی طرف توجہ نہیں ہے اونکی اصلاح بھی ما فضل اللہ الخ سے ہو گئی اسلئے کہ جو شے حق تعالیٰ کے نزدیک قابل فضیلت ہے وہ بہت ضروری اور اسقدر مہتم بالشان ہے کہ اوسکے سوا اور سب اشیاء کی تحصیل متاخر ہونا چاہیے طبقہ ثالثہ و رابعہ و خامسہ اس امر میں مشترک ہیں کہ انہوں نے فضائل کی تحصیل کے طرق متعددہ اپنی رائے سے تجویز کیئے اور اسی اختلاف و تعدد طرق کی وجہ سے اونمیں تعدد ہوا لیکن یہ امر سب میں مشترک ہے کہ جو عمل فضائل کی تحصیل کیلئے موضوع ہے وہ نہ کیا اونکی اصلاح للرجال نصیب مما اکتسبوا الخ سے ہو گئی حاصل یہ ہوا کہ نری تمنا اور رغبت سے یا کسی بزرگ کی توجہ و دعا سے یا صرف کتاب دیکھنے سے یا وظائف پڑھنے سے کچھہ نہیں ہوتا بلکہ فضائل کیلئے اعمال شرعیہ موضوع ہیں وہ فضائل کے موقوف علیہ ہیں اونکو اختیار کرنا چاہیے۔ گو کبھی خرق عادۃ کی طور پر بلا اکتساب بھی بعض کو بعض فضائل حاصل ہو گئے ہیں لیکن عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے کہ بغیر اکتساب کے حصول نہیں ہوتا طبقہ سادسہ وہ ہے جنہوں نے اعمال بھی کئے لیکن ایسی چیزونکی تمنا کی جو اختیار سے باہر ہیں جیسے کشف و کرامت و قطبیت وغیرہا۔ لا تتمنوا الخ سے اس غلطی کی بیخ کنی ہوتی ہے اور یہ چیزیں خواہ ایسی ہوں کہ جو شرعاً ممتنع ہوں جیسے نبوۃ اور خواہ ممکن ہوں لیکن اکتساب کو اوسمیں دخل نہو جیسے کشف و کرامت اور قطبیت و غوثیت اگر کوئی کہے کہ ایسے امور کیلئے دعا کریں بات یہ ہے کہ دعا بھی اون ہی امور میں ہوتی ہے جنمیں عمل کو دخل ہے یا اونکو عمل میں دخل ہے جیسے شوق وغیرہ ہاں جو فضائل دینیہ نہیں ہیں تو گو اختیار سے خارج ہوں جیسے بارش اور دفع بلا وغیرہ ایسے امور کیلئے دعا مشروع ہے لیکن غور کر کے دیکھا جاتا ہے تو ان امور میں بھی عمل کو دخل ہے چنانچہ ارشاد ہے یقوم استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا دیکھو استغفار کو بارش میں دخل ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

ابر ناید از پئے منع زکوٰۃ — وز زنا افتد وبا اندر جہات

بہر حال امور تکوینیہ میں دعا جائز ہے خواہ عمل کا دخل اوسمیں ظاہر نہو باقی امور تشریعیہ اور فضائل

فضائل دینیہ غیر اختیاریہ میں دعا نافع نہیں ہے۔

دینیہ میں دعا او نہی امور میں ہے کہ جنکے حصول میں عمل کو دخل ہے - یا اونکو عمل میں دخل ہے بخلاف کرامت وغیرہ کے طبقہ سابعہ وہ تھا کہ جنکو عمل کے ساتھ عجب پیدا ہو گیا تھا اونکی غلطی کی اصلاح واسئلوا اللہ من فضلہ انکے سے ہوئی یعنی اے عاملین عمل کر کر ناز مت کرو اور اوسپر اعتماد نکرو اسلئے کہ تمہارا عمل محض کوئی شے نہیں اصل چیز فضل ہے اوسکو مانگتے رہو اور یہ عمل کا تمسے ہو جانا یہ بھی فضل ہی سے ہوا ہے چنانچہ دوسرے مقام پر بہت صاف ارشاد ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا ذلک الفضل من اللہ یعنی جو اطاعت کرے اللہ ورسول کی تو یہ لوگ اون لوگوں کیساتھ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے وہ نبی اور صدیق اور شہداء اور صالحین اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں یہ یعنی طاعت اللہ ورسول کی توفیق اللہ کا فضل ہے - پس جب یہ اعمال بھی اوسی کا فضل ہیں تو عجب اور ناز کا کیا محل ہے خلاصہ یہ ہے کہ اعمال علت نہیں ہیں صرف شرط کا درجہ رکھتے ہیں یعنی لولاہ لامتنع اصل کام فضل ہی سے چلتا ہے باقی بہانہ ہے مگر ایسا بہانہ ہے کہ اوسکی نسبت حکم ہے کہ تم بہانہ کرو ہم فضل کرینگے عمل پر وعدہ فضل ہے اور بدون عمل کے وعدہ نہیں ہے غرض اصل شے فضل ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو عمل کیوجہ سے جنت میں جاوے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت فرمایا ولا انت یا رسول اللہ یعنی یا رسول اللہ آپ بھی عمل سے جنت میں نہ جاوینگے اللہ اکبر ایسے سوال کی ہمت حضرت عائشہ رضی کو ہو سکتی تھی اور کسی کا کیا حوصلہ ہے کہ حضور سے ایسا سوال کرتا بڑے شکر کا مقام ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک مجمع ایسا بے تکلف تھا کہ جنکی بدولت ہمکو ایک ایسا بہت بڑا علم کا ذخیرہ پہونچا کہ وہ دوسروں کے واسطہ سے ہرگز نہ پہونچ سکتا تھا بعض مخالفین کثرت ازواج پر اعتراض کرتے ہیں لیکن علاوہ اور بہت سی حکمتوں اور مصالح اور ضرورتوں کے یہ کتنی بڑی مصلحت اسوقت معلوم ہوئی کہ علم کا وہ باب جو کسیکے ذریعہ سے مفتوح نہیں ہو سکتا تھا وہ ہمکو حضرات ازواج مطہرات کے معرفت پہونچا احسان ماننا چاہیے اون بیبیوں کا تم خود اپنے دل میں ٹٹولو کہ حضور کی

اعمال علت حصول فضل کی نہیں ہیں بلکہ شرط کی طرح ہیں علت فضل و کرم ہے ۔ ۱۲ منہ

شان وشوکت وہیبت خداداد کے پیش نظر ہوتے ہوئے کہ جسکی وجہ سے صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور کے سامنے ایسے بیٹھے رہتے تھے کان علی رؤسنا الطیر یعنی گویا کہ ہماری سروں پر پرندہ بیٹھا ہے یعنی جیسے کسی کے سر پر پرندہ بیٹھ جائے اور وہ یہ چاہے کہ اوڑے نہیں، تو وہ جیسے بے حس وحرکت ہوتا ہے اسطرح ہم حضور کے سامنے رہتے تھے تو کس کی ہمت تھی کہ بولے اور سوال کرے اور سوال بھی ایسا یہ بیوی کا رشتہ ہی ایسا ہے کہ اسمیں بہت سی ایسے امور کھپ جاتے ہیں جو اور ونسے بے ادبی اور گستاخی شمار ہوں افک کے قصہ میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءۃ کی آیتیں نازل ہوئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی سے فرمایا کہ اٹھو اور حضور کا شکریہ ادا کرو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں انکا شکریہ ادا نکرونگی میں تو اپنے اللہ میاں کا شکر کرونگی دیکھئے اگر کوئی اور شخص اس کلمہ کو کہے تو سخت بے ادبی اور گناہ ہے لیکن زوجیت کا ایسا عجیب علاقہ ہے کہ یہ کلمہ اسمیں بیحد لطف دے رہا ہے الحاصل حضور نے جواب میں اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھکر فرمایا ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ یعنی میں بھی عمل سے جنت میں نہ جاؤنگا مگر جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجکو ڈھانپ لے پس جبکہ حضور سید الاولین والآخرین ہی یہ فرمادیں تو آج کون شخص ہے جو اپنے عمل پر اعتماد کرے حالانکہ عمل میں آپکے برابر تو کوئی کیا ہوگا قریب بھی آپکے کوئی نہیں بلکہ بعید اور ابعد بھی نہیں کہا جا سکتا کہاں ہمارا عمل کہاں حضور کا کوئی یہ نہ کہے کہ میں تو تمام رات جاگتا ہوں اور حضور سوتے بھی تھے اور جاگتے بھی تھے اسلئے کہ حضور کی دو نفلیں ہم سبکی تمام عمر کی عبادت سے کہیں زیادہ ہیں ہمارے اندر وہ اخلاص وہ محبت کہاں اور حضور کا تو بڑا رتبہ ہے ہمارے حضرت پیر و مرشد فرماتے تھے کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے افضل ہے اور اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک مد اور وں کی احد پہاڑ کی برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے پس اس تفاوت کے ہوتے ہوئے آج اگر کوئی عمل پر مدعی استحقاق ہو بڑا نادان ہے اگر کوئی کہے کہ جب فضل ہی پر مدار ہے تو ہمکو عمل کی کیوں تکلیف دی بات یہ ہے کہ دینگے تو فضل ہی سے لیکن عمل توجہ فضل کی شرط ہے موثر مستقل نہیں لیکن یہ بھی یاد رہے کہ فضل ورحمت عمل خالص سے متوجہ ہوتا ہی چنانچہ ارشاد ہے

ان رحمت اللّٰہ قریب من المحسنین یعنی بیشک اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے اور احسان سے مراد عمل خالص ہے اسلئے کہ احسان کی تفسیر حدیث میں یہ آئی ہے ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ اور اس عمل کا موقوف علیہ طلب صادق ہے بس وہ اسکو دیکھتے ہیں کہ بندہ ہماری طرف متوجہ بھی ہوا ہے یا نہیں اگر طلب نہو تو عمل نہیں ہوتا اور عمل نہو تو فضل متوجہ نہیں ہوتا چنانچہ ارشاد ہے انلزمکموھا وانتم لھا کارھون یعنی کیا ہم تمکو اپنی رحمت چپکا دیں اور تم اوس سے کراہت کرنیوالے ہو اس سے معلوم ہوا کہ رحمت اور فضل طلب ہی پر متوجہ ہوتا ہے پس اول طلب صادق ہے اوسکے بعد عمل ہے پھر عطا جو کچھ ہوتا ہے وہ فضل سے ہوتا ہے دیکھو دودہ دینے والی ماں ہی ہے لیکن وہ اسکی منتظر رہتی ہے کہ بچہ مانگے بچہ کا فعل صرف اسقدر ہے کہ وہ ماں کی طرف چلتا ہے باقی دینے والی ماں ہے۔ مولانا فرماتے ہیں

؎	تا نگرید طفل کے جوشد لبن		تا نگرید ابر کے خندد چمن	

اور فرماتے ہیں ؎

آب کم جو تشنگی آور بدست	۰	تا بجوشد آبت از بالا و پست	

حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

	سایہ معشوق گر افتاد بر عاشق چہ شد		ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود

حافظ صاحب ذرا دل چلے اور آزاد ہیں اسلئے انکے کلام میں ذرا آزادی ہی اور مولانا رومی رح اسی مضمون کو ادب سے فرماتے ہیں ؎

آب کم جو تشنگی آور بدست تشنگاں گر آب جویند از جہاں ہر کہ عاشق دید بس معشوق داں		تا بجوشد آبت از بالا و پست آب ہم جوید بعالم تشنگاں کو بہ نسبت ہست ہم ایں وہم آں	

آگے فرماتے ہیں ؎

عشق معشوقاں نہاں ست دستیر لیک عشق عاشقاں تن زہ کند عشق معشوقاں نہاں ست دستیر		عشق عاشق باد وصد طبل ونفیر عشق معشوقان خوش وفربہ کند عشق عاشق باد وصد طبل ونفیر	

یعنی حضرت حق کی محبت مخفی ہے اسلئے کہ وہ ذات پاک انفعال سے بری ہے اور ہمارے اندر انفعال ہے اسلئے ہمارے عشق کا شور و غل ہے بہرحال حق تعالیٰ کی رحمت خود ڈھونڈتی ہے صرف تھوڑی سی طلب ہماری ہونا چاہیئے آگے وہ خود توفیق و تیسیر عطا فرماتے ہیں حدیث شریف میں ہے فاما من کان من اھل السعادۃ فسییسر بعمل اھل السعادۃ یعنی جو شخص اہل سعادۃ سے ہے اوسکو اہل سعادۃ کے عمل سہل کر دیئے جاتے ہیں پس ہمارے اعمال کی اور حق تعالیٰ کے عطا کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی کریم ہو اوسکے پاس جو سائل زنبیل لیکر جاتا ہے اوسکو دیتا ہے اور جسکے پاس زنبیل نہیں ہے وہ کہتا ہے کہ دینے کیلئے تو میرے پاس سب کچھ ہے لیکن میں اسلئے نہیں دیتا کہ تم زنبیل لیکر نہیں آئے اور زنبیل بھی اوسنے ہی عطا کی ہے پس ہمارے اعمال بمنزلہ زنبیل کے ہیں کہ وہ بھی اونکی ہی توفیق سے ہیں باقی دیتے ہیں محض فضل سے۔

دوسری مثال اور لیجئے جنکے گھروں میں بچے ہیں اونکو شب و روز یہ قصہ پیش آتا ہے مثلاً ایک بچہ ہے جو دور کھڑا ہے اور ہمنے اوسکو بلایا اور ہمکو یہ معلوم ہے کہ کتنی سعی کرے لیکن ہم تک نہیں پہونچ سکتا لیکن ہم اسکے منتظر رہتے ہیں کہ دیکھیں یہ کیا کرتا ہے وہ بچہ چلتا ہے اور گر پڑتا ہے پھر اٹھتا ہے پھر گرتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اپنی کوشش پوری صرف کر دیتا ہے اور پھر بھی یہ مسافت اوس سے قطع نہیں ہو سکتی تو رونے لگتا ہے پھر یہ ممکن نہیں کہ اسکو روتا دیکھکر ہمکو صبر آوے فوراً دوڑکر اوسکو اٹھا لیتے ہیں پس یہ مسافت واقع میں ہمنے ہی قطع کی ہے لیکن بعد اوسکے گرنے اور کوشش کے بچہ اگر یہ سمجھے کہ یہ مسافت میں نے قطع کی ہے تو وہ نادان ہے اسی طرح ہمارا عمل ہے کہ وہ ہمکو خدا تعالیٰ تک پہونچانیوالا نہیں ہے لیکن شرط کے درجہ میں ضروری ہے باقی کام فضل ہی سے ہوتا ہے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید خود بخود آں بت عیار رہبر می آید

اس شعر میں بت عیار کا لفظ حق تعالیٰ شانہ کی شان میں بے ادبی ہے اسلئے میں نے اسکو اسطرح بدل دیا ہے ع خود بخود آں شہ دلدار الخ + اور نرے اشعار ہی سے یہ مضمون ثابت نہیں بلکہ حدیث قدسی میں ہے من تقرب الی شبراً تقربت الیہ ذراعاً

ومن تقرب الی ذراعا تقربت الیه باعا ومن اتانی یمشی اتیتہ ھرولۃ یعنی حق تعالی ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اوسکی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اوسکی طرف دو ہاتھ پھیلے ہوئے قریب ہوتا ہوں اور جو میرے پاس چلکر آتا ہے میں اوسکے پاس دوڑ کر آتا ہوں پس یہ راہ عشق تقریب سے قطع نہیں ہوتا بلکہ تقربت سے ہوتا ہے اور العبد واصل مجازاً کہا جاتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ واصل الی العبد اب آپکو اس تقریر سے عمل کا درجہ معلوم ہوگیا کہ وہ نہ موثر تام ہے اور نہ مستغنے عنہ پس جب عمل کی یہ حالت ہوئی تو اوس پر عجب اور ناز نکرنا چاہیئے بلکہ عمل کرکے فضل کی طلب ہونا چاہیئے اسلئے ارشاد ہے واسئلوا اللہ من فضلہ اب یہاں پر شبہ ہوسکتا تھا کہ ہم فضل کا سوال تو کریں لیکن معلوم نہیں کہ ہماری درخواست کی وہاں تک اطلاع بھی ہوگی اور اگر اطلاع ہوگی تو ہمکو وہی شے ملیگی بھی یا نہیں اسلئے آگے اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں ان اللہ کان بکل شیئ علیما یعنی اللہ تعالی بیشک ہر شے سے واقف ہیں پس سائل کے سوال کی بھی اطلاع ہے اور جب خود سوال کا امر فرمایا ہے تو سوال پر دینگے بھی ضرور۔ ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو شے تم مانگتے ہو وہ نہیں ملتی مگر اوس سے اعلی درجہ کی شے دے دیتے ہیں کہ تمہارا ذہن بھی وہاں تک نہیں پہونچتا اسکی ایسی مثال ہے جیسے کسی سائل نے کریم سے ایک پیسہ مانگا اوسنے ایک اشرفی نکال کر دیدی اب اگر سائل عقلمند ہے تو نہایت خوش ہوگا اور مسرت سے پھولا نہیں سماویگا اور اگر نادان ہے تو شکایت کریگا کہ ہمنے ایک پیسہ مانگا تھا وہ ہمکو نہ ملا اسی طرح ہماری دعا کی کیفیت ہے کہ ہم جو کچھ مانگتے ہیں ہمکو بعض مرتبہ وہی شے اور بعض مرتبہ اوس سے بڑھکر ملتی ہے لیکن چونکہ ہمکو اوسکی اطلاع نہیں ہوتی اسلئے شکوہ ہوتا ہے کہ میاں ہماری تو دعا کرتے کرتے زبان گھس گئی قبول نہیں ہوتی اور اس نادان کو یہ خبر نہیں کہ جو شے میں نے مانگی تھی مجکو اُس سے بہتر ملگئی بلکہ یہ شخص اپنے لئے بعض مرتبہ ایسی شے کا سوال کرتا ہے کہ اگر وہ ملجائے تو اسکے لئے مضر ہے اسلئے وہ عطا نہیں ہوتی اُس سے بہتر کوئی شے ملتی ہے اور خصوصا دین کے متعلق جو دعا ہے وہ تو ضرور ہی قبول ہوتی ہے

غرض دنیا کے متعلق دعا ہو یا دین کے متعلق وہ قبول ضرور ہوتی ہے فرق اسقدر ہے کہ دین تو چونکہ خیر محض ہے اسلئے وہ تو بعینہ عطا ہوتا ہے اور دنیا میں جو شے مانگتا ہے تو چونکہ بندہ اپنی مصلحت سے واقف نہیں ہے اسلئے بسا اوقات ایسی شے کا سوال کر دیتا ہے جو اسکے لئے کسی طرح مصلحت نہیں ہے اسلئے بعض اوقات وہ شے بعینہ نہیں ملتی بلکہ اوسکا کوئی نعم البدل ملتا ہے خواہ اسکو اوسکی اطلاع ہو یا نہو اور صاحبو کوئی مانگنے والا ہو وہ تو بڑے دینے والے ہیں اور جو کچھ ابتک دیا ہے انہوں نے ہی دیا ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد	آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
خود کہ یابد ایں چنیں بازار را	کہ بیک گل میخرد انبار را

بہرحال ان اللہ کان بکل شئی علیما سے ایسے تمام شبہات کا ازالہ ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری دعاؤں کا بھی علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ کونسی شے تمکو دینا مناسب ہے آیا وہ جو تمنے مانگی ہے یا وہ جو اُس سے بہتر ہے اسلئے ان شبہات سے فضل کی درخواست میں کوتاہی نکرو۔

الحاصل اس آیت سے بحمد اللہ فضائل کے متعلق تمام طبقات کی غلطیوں کی اصلاح باحسن وجوہ ہو گئی اب اسکے بعد سمجھنا چاہئے کہ اس آیت میں للرجال نصیب الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال وہ ہیں جو مردوں کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھتے ہیں اور بعض اعمال وہ ہیں جو عورتوں سے زیادہ خصوصیت رکھتے ہیں میرا اصل مقصود آج کے بیان سے ان اعمال ہی کا بیان کرنا تھا اور یہ خیال تھا کہ آیت کے ایک جزو یعنی للرجال نصیب مما اکتسبوا کا بیان مردوں کے مجمع میں ہو جائیگا اور دوسرے جزو یعنی وللنساء نصیب مما اکتسبن کا بیان عورتوں کے مجمع میں کر دیا جائیگا لیکن تمہید میں تمام وقت گذر گیا اور مقصود تک نوبت نہ پہونچی مگر بحمد اللہ جسقدر بیان ہوا ہے فی نفسہ وہ بھی نہایت ضروری مضمون تھا اسلئے صرف اوسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ہاں اب ضرورت اسکی ہے کہ اکتساب فضائل کا طریقہ اور دستور العمل بتلا دوں پس جاننا چاہیئے کہ وہ دو جزو سے مرکب ہے اول علم دوسرے عمل لیکن علم سے مراد مڈل پاس ہونا یا انٹرنس یا بی اے ہونا نہیں

اکتساب فضائل کا طریقہ اور دستور العمل علم و عمل ہے اور دونوں کی تفصیل ملاحظہ ہو

اسکو تو نادان لوگ علم کہتے ہیں اسکو علم کہنے کی ایسی مثال ہے جیسے ہاتھی کی تصویر کو بچے ہاتھی کہتے ہیں بلکہ ہم تو علوم درسیہ مروجہ مدارس عربیہ کو بھی جبکہ وہ صرف الفاظ کے درجہ میں ہوں اور عمل اوسکے ساتھ نہو علم نہیں کہتے اور ہم کیا نہیں کہتے حق تعالیٰ نے خود ایسے علماء کو جاہل فرمایا ہے چنانچہ علماء یہود کی نسبت ارشاد ہے لو کانوا یعلمون پس مراد علم سے وہ علم دین ہے جو خوف و خشیت کیساتھ ہو۔ لیکن اس کو سنکر کوئی یوں نہ سمجھے کہ ہم سبکو مولوی ہونیکو کہتے ہیں بلکہ اگر سب مولوی ہونا چاہیں تو ہم خود روکدیں اسلیئے کہ سب مولوی ہوجاویں تو دنیا کا انتظام کون کرے بلکہ مراد ہماری یہ ہے کہ جو نوعمر فارغ ہیں اور قابلیت اونمیں ہے اونکو تو علوم دینیہ درسیہ پڑھا کر عالم بناؤ اور جو دنیا کے کام میں مشغول ہیں وہ دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو پڑھے لکھے ہیں وہ اُردو میں جو کتب دینیہ علماء محققین کی تصنیف ہیں اونکو کسی عالم سے سبقاً سبقاً پڑھ لیں خود دیکھنا کافی نہیں اور جو پڑھے لکھے نہیں ہیں اونکے لئے ہر محلہ میں اسکا انتظام ہوجاوے کہ مسجد میں جب نماز کیلئے سب جمع ہوں تو جو اونمیں پڑھا ہوا ہو وہ پہلے خود کتاب کا مطالعہ کرلے اور جو مقام سمجھ میں نہ آوے اونکو کسی عالم سے حل کرلے اور اگر کوئی عالم وہاں موجود ہوں تو اونسے پڑھ لے اور پھر یہ اونکو سنایا کرے انشاء اللہ چند روز میں یہ اَن پڑھ لوگ ضروریات دین سے واقف ہوکر مولوی بن جاوینگے لیکن اس سے یہ شبہ نکرو کہ پھر ان مدارس کی کیا ضرورت رہے گی اسلیئے کہ یہ علم دین جو تمکو حاصل ہوگا یا اب جسقدر حاصل ہے وہ انہی علماء باضابطہ کی بدولت ہے۔ اور عورتوں کیلئے یہ طریقہ ہے کہ مرد اونکو سنایا کریں جو پڑھے ہوئے ہیں کتاب پڑھ کر سنایا کریں اور جو اَن پڑھ ہیں وہ جو مسائل مساجد میں سے سنکر آویں وہ سنایا کریں بلکہ اسکا بھی قصد نکریں کہ عورتیں جمع ہوکر اپنا کام دھندا چھوڑ کر سنلیں بس گھر میں پڑھنا شروع کردیا کرو اس طریقہ سے انشاء اللہ بہت نفع ہوگا بلکہ میں تو اسقدر وسعت دیتا ہوں کہ اگر عمل کا ارادہ بھی نہو تب بھی علم حاصل کرلو انشاء اللہ بہت سے مفاسد کم ہوجاویں گے دین کے بھی اور دنیا کے بھی کم از کم اسیقدر فائدہ ہوگا کہ جن گناہوں کو گناہ نہیں سمجھتے اونکو گناہ سمجھنے لگیں گے اور رفتہ رفتہ ندامت پیدا ہوگی اور کسی وقت

اگر رائے بدلی تو اوسوقت اپنے پاس عمل کرنیکے لئے ایک ذخیرہ مفت میں حاصل ہوگا اور اگر رائے بدلی اور ندامت ہوئی اور علم نہوا اور اتفاق سے کوئی موقع بھی ایسا نہیں ہے کہ عالم وہاں موجود ہو تو اوسوقت سخت حسرت ہوگی اوسوقت اس شخص کی ایسی مثال ہوگی جیسے کوئی خارش میں مبتلا ہوا اول تو وہ خشک تھی کھجانے میں مزہ آیا اوس وقت بہت سے اطبا اور اسکے خیر خواہوں نے اسکو نسخے بتلانا چاہا لیکن اسنے ایک کی نہ سُنی اُنہوں نے ہر چند کہا کہ میاں یہ نسخے استعمال مت کرنا لیکن تم انکو یاد کر لو لکھ لو کام آوینگے لیکن اس بھولے مانس نے کچھ نہ سُنا رفتہ رفتہ وہ اطبا اوسکے شہر سے چلے گئے یا رحلت کر گئے اور اسکی خشک خارش تر ہوگئی اور تمام بدن پھوٹ پڑا اور کوڑھ تک نوبت پہونچگئی اوسوقت اگر اسکو ایک آدہ نسخہ بھی یاد ہوتا تو کیسا کام آتا اوسوقت بہت پچتاتا ہے اور حسرت اور افسوس کرتا ہے لیکن اب کیا ہوتا ہے آخر وہ روز سیاہ دیکھنا پڑا کہ اوسی میں ہلاک ہوگیا اور تندرستی کی شکل تک نہ دیکھی اور ایک اسبات کا التزام کرو کہ تمکو اپنے دنیوی یا دینی معاملات و واقعات میں جو صورت پیش آیا کرے اوسکی تحقیق کر لیا کرو کہ شرعاً یہ صورت جائز ہے یا ناجائز اگر کوئی عالم تمہارے پاس موجود نہو تو کسی عالم کے پاس خط بھیجکر دریافت کر لیا کرو اور یہ نہ ڈرو کہ اگر ہم دریافت کرینگے تو عمل کرنا فرض ہوجائے گا اسلئے کہ فرض تو اب بھی ہے جیسے ایک ڈوم کی حکایت ہے کہ اوسنے وعظ میں سُنا کہ چاند دیکھنے سے روزہ فرض ہوجاتا ہے اوسنے کہا کہ میں چاند ہی نہ دیکھونگا اور ۲۹ شعبان سے اپنے گھر کے اندر محبوس ہو کر بیٹھ گیا کھانا بھی وہاں ہی کھاتا اور پاخانہ پیشاب بھی وہاں ہی کرتا ایک روز بیوی نے کہا کہ کمبخت تجھے کیا ہوگیا ایسا کیوں احدی بن گیا کہ گھر میں ہگتا موتتا ہے بیوی کے کوسنے سننے سے باہر نکلا مگر اس صورت سے کہ منھ پر کپڑا رکھے ہوئے اور آنکھوں کو چھپائے ہوئی کہ کہیں چاند نظر نہ آجائے اسی ہیئت سے جنگل پہونچا اور قضائے حاجت کے بعد طہارت کیواسطے تالاب پر آیا اور نظر نیچے کئے ہوئے تھا جب پانی کے پاس آیا تو تالاب میں چاند کا عکس نظر آگیا تو آپ فرماتے ہیں کہ بندہ خدا میں تو تجھکو دیکھتا نہیں تو کیوں خواہ مخواہ

میری آنکھوںمیں روزہ فرض کرنیکو گھسا آتا ہے بڑے بڑے ثقہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم وعظ سنیں گے یا مسئلہ دریافت کرینگے تو اوسپر عمل کرنا فرض ہو جائیگا اسلئے ہم سنتے ہی نہیں یاد رکھو کہ عمل کرنا بغیر سننے اور جاننے بھی فرض ہے جب تم مسلمان ہو تو تمام احکام اسلام کے تم پر فرض ہیں۔ پس یہ سمجھنا غلطی ہے کہ وجوب عمل علم پر موقوف ہے ہاں چونکہ تحقق اور وجود خارجی عمل کا بغیر علم کے نہیں ہو سکتا اسلئے علم بھی فرض ہے پس علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے اس سے ایک واجب تو ادا ہوگا دوسرے کی بھی توفیق ہو جائیگی غرض پوچھا کرو کہ جائز ہے یا ناجائز اور علم سے دینی فائدہ یقینی ہے کم از کم کاموں میں جو خرابیاں اور گناہ پیدا ہو جاتے ہیں علم سے اونکی ہی اصلاح ہو جاتی ہے اور نقصان دنیوی کچھ ہوتا نہیں اوسکی ایک مثال عرض کر دیتا ہوں اُس سے یہ مضمون خوب واضح ہو جائیگا مثلاً تمکو چاندی خریدنا منظور ہے اور چاندی کا نرخ مثلاً سستا ہے کہ روپیہ کی سوا تولہ آتی ہے تو اگر تمکو علم نہوگا تو تم دس روپیہ کی چاندی خرید کر روپیہ دیدو گے اور اسمیں تمکو سود کا گناہ ہوگا جس کا ادنیٰ گناہ یہ ہے کہ جیسے اپنی ماں سے زنا کرنا بتلائیے آپکو اس سے کیا حاصل ہوا اگر آپ مسئلہ کی موافق چاندی کی خرید فروخت کرو تو گناہ سے بھی بچ جاؤ اور حرج بھی کچھ نہیں اور نہ اوسمیں کچھ مشقت مثلاً مثال مذکور میں دس روپیہ کی چاندی آپکو خریدنا منظور ہے تو آپ یہ کریں کہ نو روپیہ نقد اور ایک روپیہ کے پیسے اوسکو دیا ہر کے ہی پیسے دیدو اسطور سے سود نہوگا اور گناہ سے بچ جاؤ گے اور نقصان بھی کچھ نہیں پس خدا کیلئے علم ضرور حاصل کرو سستی نکرو کہ میاں کون سیکھے جب علم ہو گا تو کبھی نہ کبھی ضرور تمکو خدا کے سامنے جھکا دیگا لیکن اسکو سنکر ڈرے ہو گے کہ ہم تو کبھی علم نہ سیکھیں گے اس سے ہمارے عیش میں خلل پڑے گا نماز روزہ وغیرہ کرنا پڑے گا صاحبو عیش برباد نہو گا جسکو تم عیش و آرام سمجھ رہے ہو وہ سراپا کدورت اور مصیبت ہے عیش کی تو صورت بھی نہیں دیکھی طریقہ پر چلنے سے البتہ راحت اور عیش حاصل ہو گا۔

الحاصل ایک جزو تو دستور العمل کا علم تھا جسکے متعلق بقدر ضرورت بیان ہوگیا دوسرا جزو اس دستور العمل کا عمل ہے اسمیں میں بالخصوص علماء اور طلبہ سے خطاب کرتا ہوں کہ آپ حضرات جو نری علم پر ناز کئے بیٹھے ہیں اور فضائل و درجات عالیہ علم کا مستحق اپنے کو سمجھتے ہیں اور موقع بے موقع عوام کے سامنے فضل العالم علی الجاھل کفضلی علی ادناکم پڑھ دیا کرتے ہیں آپکو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ فضائل کونسے علم کے ہیں مطلق علم کے یا علم مع العمل کے اگر عالم بے عمل کیلئے وعیدیں کتاب و سنت میں نہ ہوتیں تو تمہارا ناز کسی درجہ میں تسلیم کیا جاتا اور جبکہ تم خود وعیدیں علماء سوء کے دیکھتے ہو تو نفس علم کیسے باعث فخر آپکے نزدیک ہے یاد رکھو ایسا علم حجۃ اللہ علی العبد ہے خدا کیلئے اس ناز کو چھوڑو اور عمل میں کوشش کرو ہمارے بعض طالب علموں کا خیال ہے کہ ابھی تو ہم پڑھ ہی رہے ہیں جب پڑھ لینگے اوسوقت عمل کرینگے یہ خیال بالکل غلط ہے جس گناہ کو تم آج نہیں چھوڑ سکتے اور جس طاعت کو اسوقت اختیار نہیں کر سکتے اور نفس پر تمکو قابو نہیں تو کل بطریق اولی تمسے عمل نہو سکیگا بلکہ آج عمل کرنا سہل ہے اسلئے کہ جسقدر مدت گذریگی نفس کے اندر اخلاق رذیلہ زیادہ متمکن ہونگے ۔

درختیکہ اکنوں گرفتست پائے
دگر ہمچناں روزگارے ہلی
سر چشمہ شاید گرفتن بمیل

بہ نیروے شخصے برآید زجائے
بگردونش از بیخ برنگسلی
چو پُر شد نشاید گذشتن بپیل

اور دوسرے یہ ہے کہ اسوقت تو تمہارا علم تازہ ہے جب ابھی اوسکا اثر نہوا تو آئندہ کو کیا ہوگا گو ممتنع تو نہیں لیکن دشوار ضرور ہوگا اسلئے اس خیال خام کو چھوڑو اور جو کچھ پڑھتے جاؤ ساتھ ساتھ عمل کرتے رہو اور اگر بدعملی کی یہی حالت رہی اور اسی حالت میں تحصیل علم سے فارغ ہوگئے اور مخدوم بنکر کہیں رہے تو لوگوں پر آپکے اعمال کا بُرا اثر پڑیگا اُسکا گناہ بھی آپ پر ہی ہوگا اور عوام الناس کو جسقدر شکایتیں اور الزامات علماء پر ہیں وہ اس بدعملی کی بدولت ہیں اور عمل کرنے سے

میری مراد صرف روزہ نماز اور بہت سی نفلیں مراد نہیں ہیں نماز روزہ کو بفضلہ تعالیٰ آپ لوگ کرتے ہی ہیں بلکہ میرا روئے سخن بیشتر اخلاق کے متعلق ہے تکبر حسد غیبت تباغض خصوص معاصی قلب کے اور معاصی نگاہ کے انکو چھوڑو اور انکے معالجہ کی فکر کرو اور خصوص وہ جو احوال کے متعلق ہیں خدا تعالیٰ سے خشیت اور محبت دین کی محبت اور جن سے نفع تمکو پہونچ رہا ہے اونکی اطاعت اور خدمت اختیار کرو - اور بالخصوص حرص اور طمع کے پاس بھی نہ جاؤ اس سے دنیاداروں کی نظر میں آپ لوگوں کی بڑی سبکی ہوتی ہے اسلئے جہاں ادنی احتمال بھی اسکا ہو ہرگز وہاں نہ جاؤ اور نہ وہ فعل اختیار کرو اگرچہ تم تنگی کی حالت میں ہو بالکل مستغنی رہو مگر استغنا ایں اتنا بڑ ہو کہ لوگ تمکو متکبر سمجھیں میرا مقصود یہ ہے کہ نہ دنیاداروں سے تملق ہو اور نہ تکبر استغنا ہو تواضع لئے ہوئے اگر آپ لوگ اسطرح زندگی بسر کروگے تو انشاء اللہ سب کی نظروں میں بھی معزز رہوگے الحاصل اکتساب فضائل کا طریقہ علم وعمل ہے اگر آپ اس طریقہ پر عمل کرینگے تو آپ فضائل کے مستحق ہو جاوینگے اب اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم سبکو توفیق عمل کی عطا فرماویں - وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم -

تمت

فہرست مواعظ جدید الطبع امداد المواعظ

المشتہر

عبد القادر ناظم مجلس امداد المواعظ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون